بنیاد پرستی یا اساسیت: ایک تجزیہ

ڈاکٹر انیس احمد

مغرب اور اسلام کا ایک بنیادی مقصد جہاں یہ ہے کہ ہم معروضی طور پر مغرب کے غیر مسلم یا بعض مسلم اہل فکر کے نقطۂ نظر کو خود ان کے الفاظ میں معروضی طور پر پیش کریں' تاکہ مغرب جس طرح اسلام اور مسلمانوں کا تصور رکھتا ہے' وہ براہ راست ہمارے قارئین تک پہنچ سکے' وہیں اس کا ایک مقصد یہ ہے کہ آج کے ان مسائل پر جو مغرب میں اسلام کے حوالے سے زیر بحث ہیں' ہم بغیر کسی تعصب اور جانبیت کے اپنا تجزیہ اور رائے بھی پیش کریں۔ ہم معروضیت کے قائل ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ پوری دیانتداری کے ساتھ بغیر کسی معذرت کے ہم جس بات کو حق اور درست سمجھتے ہیں' اسے توازن و اعتدال کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے اور ہر صاحب نظر تنقیدی نگاہ کے ساتھ ہماری معروضات اور دیگر معلومات مطالعہ کے بعد بربنائے علم ایک رائے قائم کر سکتا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں پر حالیہ مغربی تحریرات میں یوں تو بہت سے مسائل پر بحث کی جا رہی ہے' لیکن بنیاد پرستی یا اساسیت کے تصور نے اچھی خاصی فکری ہلچل مچا رکھی ہے اور اسلامی تحریکات' احیاء اسلام' نظام اسلام کے قیام' نوجوانوں میں اسلام کی اشاعت' خواتین کے حجاب کے جزوی یا کلی استعمال کو بعض ممالک میں "اسلامی جہاد" ' "سپاہ اسلام" وغیرہ کے وجود کو بنیاد پرستی کی ایک عمومی اصطلاح سے تعبیر کیا جا رہا ہے اور ہر اس شخص کو جو دور جدید میں اسلام کو زندہ' سرگرم اور فعال دیکھنا چاہتا ہے' بلا کسی تکلف کے "بنیاد پرست" کا نام دیا جا رہا ہے۔

بہت سے مسلمان اس اصطلاح کے پس منظر سے واقف نہ ہونے کے سبب اور بہت سے جوش و جرات کے مظاہرے کے لیے خود کو بنیاد پرست کہنے میں فخر محسوس کر رہے ہیں۔ جبکہ کچھ دوسرے اس حوالے سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور بار بار صفائی پیش کرتے ہیں کہ وہ بنیاد پرست نہیں ہیں۔ جن مسلمانوں نے اس موضوع پر لکھا بھی ہے' غالباً" علمی تربیت کے لحاظ سے وہ مذاہب عالم اور بالخصوص عیسائی فکر و کلام سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتے اور اپنی سادہ لوحی میں اس اصطلاح کا اطلاق اسلام اور مسلمانوں پر اصطلاح کے لغوی مفہوم کے پیش نظر کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ واضح ہو جانی چاہیے کہ تاریخی طور پر یہ اصطلاح اصلاً" ایک عیسائی

اصطلاح ہے۔ اسلامی ماخذ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نہ کسی مسلمان مفکر نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ "بنیاد پرست" ہے یا اسلام "بنیاد پرستی" کی تعلیم دیتا ہے۔ عقلاً" بھی جب ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان' مومن' مسلمہ یا مومنہ کہ کر اپنا تشخص واضح کر سکتا ہے' تو کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو "بنیاد پرست" بنا لے۔ اگر اسے اپنے آپ کو کچھ بنانا ہی ہو' تو اسلام پرست' توحید پرست کیوں نہ کہے؟

("بنیاد پرستی" ایک جدید عیسائی تحریک کا نام ہے' جس کا آغاز شمالی امریکہ میں بیسویں صدی کے آغاز پر ہوا۔ انیسویں صدی کے خاتمہ کے قریب نئی صدی کی آمد کے حوالے سے کچھ پروٹسٹنٹ عیسائی فرقوں نے قومی اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں بائبل اور عیسائی عقائد کے حوالے سے بعض بنیادی سوال اٹھائے۔ یہ کانفرنسیں ۱۸۷۵ء سے شروع ہوئیں اور مختلف مقامات پر مثلاً" نیاگرا (۱۸۸۳ء) شکاگو (۱۸۸۶ء) لاس انجلس اور فلاڈلفیا میں ان کے انعقاد سے اس نئی فکر کو پھیلنے کے مواقع ملے۔ فلاڈلفیا میں ۱۹۱۹ء میں World Conference on Christian Fundamentals (WCFA) کا قیام عمل میں آیا Epescopelian Presbytarian Northern Baptist چرچوں نے بنیاد پرست تحریک کو اپنایا۔)

Fundamentalist کی اصطلاح لغوی طور پر چاہے یہ تاثر دے کہ اس کا ماننے والا بعض بنیادوں کو مانتا ہے' لیکن بطور ایک عیسائی اصطلاح اس کا مفہوم اس سے وسیع تر ہے۔ اس اصطلاح کا ترجمہ بنیاد پرستی کر کے یہ سمجھنا کہ یہ ان افراد کے لیے استعمال ہوتی ہے' جو بعض بنیادی تعلیمات پر یقین رکھتے ہوں' محض سادہ لوحی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے' جیسے ہمارے ہاں بعض مغربی اصطلاحات کو ان کے فلسفیانہ مفہوم سے قطع نظر محض لغوی معنی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنا لیا گیا۔ جیسے Rightists یا Leftists کو اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کے معنی میں استعمال کیا جاتا۔ بعض اوقات اسلامی جماعتوں کو بھی Rightist کا لقب دے دیا جاتا ہے' جبکہ Rightist کا مفہوم مغرب میں یہ کبھی نہ تھا اور نہ آج ہے۔ مغرب Rightist اس فرد کو کہتا ہے' جو کوئی تبدیلی نہ چاہتا ہو اور صورت حالات کو جیسی کہ وہ ہو' باقی رکھنا چاہتا ہو (Status Quo) جبکہ Leftist کی اصطلاح ان افراد کے لیے استعمال کی جاتی ہے' جو تبدیلی' انقلاب یا نظام کو بدلنا چاہتے ہوں۔

بالکل اسی طرح ہمارے بعض سادہ لوح حضرات اس اصطلاح کو اس کے لغت میں لکھے ہوئے مفہوم یعنی بعض بنیادوں پر شدت سے عامل ہونے کو ذہن میں رکھتے ہوئے خود کو بنیاد پرست کہہ بیٹھتے ہیں۔

علمی اور فنی اصطلاحات کا لغوی ترجمہ کر دینا اور اس پر ایک فکری عمارت تعمیر کر لینا ان اصطلاحات کے ساتھ ایک ظلم ہے۔ علمی اصطلاحات کا تعلق ایک علم کی روایت' ثقافت' تاریخ اور علمی

اہداف سے ہوتا ہے اور اس اصطلاح کو سمجھنے کے لیے ان تمام پہلوؤں پر عبور کے بعد ہی اس کے مفہوم کو ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس کی دوسری مثال ایسی ہے کہ اللہ کی قرآنی اصطلاح کو محض خدا کے لفظ سے ظاہر کرنا یا جہاد کی قرآنی اصطلاح کو Holy War کہنا یا عقیدہ کی اصطلاح کی ہر تحریک کو وہابیت کا نام دے دینا۔ گویا علمی اصطلاحات کو ہر شخص لغت میں اس کے معنی دیکھ کر نہ سمجھ سکتا ہے نہ سمجھا سکتا ہے، جب تک وہ پس منظر اور تاریخ سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔

ایک جدید عیسائی تحریک کی حیثیت سے یہ اصطلاح جن معتقدات کی نمائندہ رہی ہے، وہ مختصراً تین نوعیت کی ہیں۔ اولاً کلامی اور اعتقادی مسائل۔ اس سلسلہ میں عیسائی بنیاد پرست بائبل کو لفظی طور پر درست ماننے پر اصرار کرتے ہیں اور بائبل کی کسی عقلی تعبیر پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اپنی لفظیت یا حرفیت کے نتیجہ میں وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بائبل میں کائنات کے بارے میں جو کچھ لکھا ہوا ہے، وہ لفظاً لفظاً درست ہے۔ چاہے سائنس اور مشاہدہ اس کی تردید کرتے ہوں۔ اس کے نتیجے میں بنیاد پرستی Dogmatism کی ہم معنی اصطلاح قرار پاتی ہے۔

ثانیاً یہ اُن عقائد کا نام ہے، جنہیں تاریخ کے عیسائی تصور کو یعنی انسانی تاریخ کے چھ بنیادی ادوار کو، جن میں سے آخری دور وہ ہے، جس میں ہم بس رہے ہیں، بطور تاریخی حقیقت مانا جائے۔ اس میں یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ اس آخری دور میں ایک خدائی اسرائیل ریاست وجود میں آئے گی۔ چنانچہ بنیاد پرست عیسائی فرقوں نے انیسویں صدی کے آخر سے فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے مقام کو اپنی بنیاد پرستی کی بنا پر رائے عامہ کو ہموار کرنے میں حصہ لیا اور صیہونیوں کی حمایت و تعاون کا رویہ اختیار کیا۔

ثالثاً عیسائی بنیاد پرستی کے ماننے والوں نے قدامت پرستی کی حمایت اور جدیدیت کی مخالفت کا موقف اختیار کیا اور تعلیم، معیشت اور معاشرت میں ہر نئی بات کو عیسائیت کے منافی سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت اختیار کی۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض ایسے تصورات کو بھی مان لیا، جو عقل سے بھی مطابقت رکھتے تھے۔ مثلاً اسقاط حمل کی آزادی کی مخالفت، ڈارون کے نظریۂ ارتقا کی بائبل کی بنا پر مخالفت اور حضرت مریم کے کنواری ہونے کا عقیدہ اور عریانیت یا Gay rights کا رد کرنا۔

ان آخر الذکر نکات کے باوجود ان کی حرف پرستی، اندھی عقیدت و تقلید اور عقل و آزادی رائے کی مخالفت اور جذبات ان کی پہچان قرار پائی۔

بنیاد پرستی کی اصطلاح کے اس مختصر تاریخی پس منظر اور تجزیہ کے بعد محض چند الفاظ میں معروضی طور پر یہ دیکھ لیا جائے کہ کیا قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام بنیاد پرستی سے قریب ہے؟ قرآن

کریم انسان، خالق کائنات اور کائنات کے حوالے سے عملاً" ہر صفحہ پر بار بار انسانوں کو، اہل کتاب کو اور مسلمانوں کو الگ الگ تفکر، تعقل، تدبر، تفہیم، شعور، مشاہدہ، تفقہ اور ادراک کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم کی ہر ہر آیت کو سمجھنے کے لیے نہ محض اس کے لغوی، نحوی مفہوم کو، بلکہ اس کے قانونی، اخلاقی، معاشرتی، سماجی، نفسیاتی مفہوم کا تعین بھی کیا جاتا ہے اور یہ کرتے وقت ایک مفکر کسی ایک پہلو کو دوسرے پر فوقیت دیتا ہے، جس کی بنا پر تفاسیر کی تقسیم کی جاتی ہے۔ کوئی تفسیر ماثور کہلاتی ہے۔ کوئی بالرائے ہے۔ کوئی فقہی رنگ رکھتی ہے کسی پر تصوف و کلام کا اثر نظر آتا ہے۔ گویا امت مسلمہ نے آج تک قرآن کے بارے میں حرفیت یا لفظیت کو اختیار نہیں کیا۔ مثلاً" جب ترجمہ معانی میں یہ بات کہی گئی کہ "اے نبی جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے، وہ دراصل اللہ کی بیعت کر رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا" (الفتح ۴۸:۱۰) تو کسی ایک مفسر نے یہ نہیں کہا کہ اس کا لفظی مفہوم یہ ہوا کہ نعوذ باللہ، اللہ سبحانہ تعالی نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ہاتھ میں حلول کر گئے تھے۔ جبکہ عیسائی بنیاد پرست بائبل کے ہر ہر لفظ کے لفظی مفہوم پر عقیدہ رکھتے ہیں۔)

مسلم مفسرین و فقہا جب یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے قوانین کو جو قرآن و حدیث پر مبنی ہیں، نافذ کیا جائے، تو بہت سے ذہن یہ سوچتے ہیں کہ قرآن توسارق یا سارقہ کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر اس حکم کو لفظاً" لیا جائے،تو پتہ نہیں کتنے افراد ہاتھ سے محروم ہو جائیں گے یہاں بھی اس خدشہ کی بنیاد دین اسلام کے مزاج اور اس کی اصطلاحات سے فنی طور پر ناواقفیت کی بنا پر یہ پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ بلاشبہ قرآن کا حکم جیسا کہ اس کا ظاہر معنی ہے،وہی لیا جائے گا، یعنی ید سے مراد ہاتھ اور سرقہ سے مراد چوری اور قطع سے مراد کاٹنا ہی لیا جائے گا۔ لیکن قبل اس کے کہ کوئی شخص کسی کے ہاتھ کی طرف بڑھے، پہلے یہ طے کرنا ہو گا کہ ایک فرد نے جو چوری کی ہے، وہ سرقہ کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں، کیا کسی شے کے مالک نے اپنی ملکیت کی مناسب حفاظت کا بندوبست کیا بھی تھا یا اپنی لاپرواہی سے چور کو دعوت دینے کے بعد اسے ملزم ٹھہرا رہا ہے۔ بالفرض ملکیت کی مکمل حفاظت کے باوجود چور نے چوری کی، تو ایسے میں چوری کا محرک کیا تھا؟ کیا اسے کھانے، پہننے، رہائش، ملازمت، صحت، تعلیم غرض تمام بنیادی ضروریات فراہم کر دی گئی تھیں اور اس کے باوجود اس نے چوری کی یا اس نے اپنی، اپنے خاندان کی بھوک سے پریشان ہو کر اپنی اور ان کی جان کے تحفظ کے لیے ایسا کیا۔ گویا قرآن پاک کے واضح اور ظاہری حکم کو کسی بھی صورت حال میں آنکھیں بند کر کے محض ایک Dogma کے طور پر نہ آج تک کسی ایک فقیہ نے سمجھا ہے نہ نافذ کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں چاہے فقہ سنی ہو یا شیعہ کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

اگر فی الواقع قرآن کے ہر ہر واضح حکم (محکمات) کو نافذ کرتے وقت صورت حال یہ ہے، تو کیا یہ

لفظیت اور حرفیت ہے یا احکام الٰہی کو ان کی روح اور ظاہری معنی کے ساتھ ایک فقہی منہج اور عقلی عمل کے بعد نافذ کرنا ہے؟ کیا اسی کا نام بنیاد پرستی ہے؟ یا یہ اعلیٰ درجہ کا تعقل' تفکر' تدبر اور شعوری عمل ہے اور عقل کا وحی کے دائرہ میں رہتے ہوئے جائز استعمال ہے؟

(ہم یہاں اس علمی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ قرآن کریم اور بائبل کا تقابل کہاں تک درست ہے۔ ہم بربنائے تحقیق یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام حق ہے۔ جبکہ عیسائی عقیدہ اور تاریخ کے مطابق بائبل عیسائی عقیدہ کی تاریخ ہے اور عیسائی مصادر میں حضرت عیسیٰ کو خود اللہ تعالیٰ کا مظہر یا وحی قرار دیا گیا ہے۔ Revelation یہاں صرف یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ مسلم عقیدہ کہ قرآن کا لفظ لفظ حق' درست اور جانب اللہ ہے' تو یہ وہ عقیدہ نہیں ہے' جسے عیسائیت کی اصطلاح بنیاد پرستی میں حرفیت یا لفظیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔)

(ہر روایت کا ایک مزاج' تاریخ' ثقافت اور نقطۂ نظر ہوتا ہے۔ اس کے بغیر ہم اس کا مفہوم متعین نہیں کر سکتے۔ ورنہ ایسی ہی فکری غلامی کے مرتکب ہوتے ہیں' جیسے کہ بعض سادہ لوح اسلام جیسے سادہ لوح دین پر بنیاد پرستی جیسی کلامی اصطلاح کا اطلاق کر کے زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔)

دوسری بات یہ کہ بنیاد پرستی ترقی' ایجاد' سائنسی مشاہدہ و معلومات اور وسعت علم کے تصور کو قدامت پرستی کے تصور کی بنا پر جس طرح رد کرتی ہے' اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام وہ واحد دین ہے' جس میں اس کے داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ ہی میں حدیث معاذ ابن جبل کے ذریعہ ہمیشہ کے لیے عقل' رائے اور جدید مسائل کے حل اور ترقی کی راہیں کھولنے کی حکمت عملی ہی نہیں' بلکہ حکم دے کر فکری تقلید' جمود' تقلید محض کی جگہ اجتہاد' رائے اور قیاس کے ذریعہ امت کو مسابقت اور علمی اور فنی ترقی و ایجاد کی طرف لگانا چاہا۔ اور امت مسلمہ نے جب اس پیغام کو سمجھا' تو وہ تمام انسانیت کی رہنما' قائد' و رائد بن بھی گئی۔ ایک ایسے دین اور اس کے ماننے والوں کو عیسائی اصطلاح بنیاد پرستی کے زیر عنوان رکھ کر خوشی سے بغلیں بجانا سادہ لوحی تو ہو سکتی ہے' لیکن یہ عمل بربنائے تحقیق نہیں ہو سکتا۔ آخر کیا ضرورت ہے کہ ایک شفاف اور پرنور شے کو شفاف تو نہ کہا جائے اور مصنوعی طور پر یہ کہا جائے کہ یہ آلودہ نہیں ہے' یہ سیاہ نہیں ہے' یہ کثیف نہیں ہے۔

ہمیں یہاں اس سے قطعاً بحث نہیں ہے کہ مغرب جس بنیاد پرستی کی اصطلاح کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے استعمال کرتا ہے' اس کا محرک مدعا اور مقصد کیا ہے۔ کیا یہ ایک صلیبی جنگ کی نفسیات کی علامت ہے' فکری تعصب ہے یا اجتہادی غلطی ہے۔ ہم صرف یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ مغرب جو چاہے کہتا رہے' آخر اچھے خاصے عقل و ہوش رکھنے والے اہل علم کو کیا ضرورت ہے کہ وہ

بغیر سمجھے بوجھے ایک عیسائی اصطلاح کو اپنے اوپر مسلط کر لیں اور معذرت یا جوش شباب میں خود کو اس اصطلاح کے ساتھ وابستہ یا متعارف کروائیں۔

(عیسائی بنیاد پرستی پر مزید معلومات کے لیے ملاحظہ ہو' جدید مغربی ذخیرہ معلومات Observed Fundamemtalism مرتبہ Martin E. Martz اور R. Scott Applelby مطبوعہ شکاگو یونیورسٹی پریس ۱۹۹۱ء خصوصاً" باب اول صفحہ ۱ - ۶۵ اس کتاب کی کل چھ جلدیں ہیں' جن کی حیثیت اس موضوع پر ایک دائرہ معارف کی ہے)

مغرب اور اسلام کے اس دوسرے شمارے سے اللہ تعالٰی کی مہربانی سے ہمیں ملک کے کئی نامور اہل قلم کا تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ ادارہ کی جانب سے منتخب کردہ مضامین کا ترجمہ' تلخیص یا خلاصہ ان حضرات کے تعاون سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم ان کی مساعی جمیلہ پر ان کے شکر گذار ہیں اور اپنے بہت سے دیگر احباب سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ میں ہمارے ساتھ تعاون میں آگے بڑھیں گے اور ہمیں اپنی آمادگی سے مطلع کریں گے۔ تاکہ "مغرب اور اسلام" میں وسیع تر اشتراک و تعاون کے ذریعہ تنوع اور نیرنگی میں مزید اضافہ ہو سکے۔

مغرب اور اسلام کے پہلے' تجرباتی' شمارے پر ہمیں جن مخلص اور خیر خواہ احباب نے خطوط کے ذریعہ اپنی آراء سے مطلع کیا ہے' ہم ان کی ہمت افزائی اور تنقید و احتساب پر اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہیں۔ خصوصاً" برادرم سلیم منصور خالد صاحب نے جس محبت کے ساتھ' ناسازگی طبع کے باوجود' مختلف پہلوؤں سے تفصیلی تجزیہ کیا' وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی رضا کے حصول کے ساتھ ساتھ کس طرح بلند تر معیار کی طرف ہمارا سفر جاری رہنا چاہیے۔ ہم اللہ تعالٰی سے ان کی صحت اور اسلام کے لیے مسلسل فکر کرنے پر بہترین اجر کی دعا کرتے ہیں۔